OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 7 Issue 3 (July-September 2024)

تعمیرِ شخصیت: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

Personality Development: A Study in the light of Quranic Teachings

Iqra Nahid

Doctoral Candidate, University of Sialkot

Dr. Muhammad Kalim Ullah Khan

HOD, Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus

Abstract

This article presents a research study on personality development in light of Quranic teachings. It explores various dimensions of human personality through interpretations of Quranic verses. The study delves into human creation, purpose of life, beliefs, acts of worship, and their effects on character building. It highlights the comprehensive principles of Islam as the foundation for character refinement and personal growth, guiding individuals towards success in both this world and the hereafter.

Keywords: Quranic teachings, Personality development, Spiritual growth, Islamic beliefs.

تعارف

بین الاقوامی مذاہب میں دین اسلام کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسلام دنیا کا قدیم ترین اور جدید ترین مذہب ہے۔ کیونکہ عالم کی ابتدا سے لے کر آخری پیغمبر تک جتنے بھی سچے مرسلین اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت حق کی اشاعت پر مامور ہوئے سب کا مذہب اسلام ہی رہا ہے۔ اسلام کو دیگر مذاہب پر کئی معنوں میں برتری حاصل ہے۔ اس کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اسلام میں دیگر مذاہب کی طرح صرف عبادات کے طریقے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ پیدائش سے لے کر موت تک انسان کو رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسان اس کی رہنمائی کا محتاج ہے اور اس رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو معبوث فرما کر نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم فرما دیا۔ اور آپ ﷺ پر قرآن عظیم نازل فرما

CC BY

کر انسان کو مکمل ضابطہ حیات عطا کر دیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌo [1] قرآن مجید کا مخاطب انسان ہے۔ کہیں پر یا ایھا الناس سے مخاطب کیا گیا اور کہیں پر فقط ایمان والوں کو موضوع بحث بنایا گیا اور کہیں پر فقط مسلمانوں کو موضوع بحث بنایا گیا۔ یعنی مسلم و غیر مسلم دونوں کے نفس کی اصلاح یعنی شخصیت انسانی کی تعمیر پر زور دیا گیا۔ یہاں نفس سے مراد "شخصیت" ہے۔ اور مسلمہ متکلمین اور فلاسفہ نے شخصیت نفس کو ہی کہا ہے اس لیے وہ اصلاح نفس کو شخصیت کی تعمیر گردانتے ہیں۔ قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ براہ راست تعمیر شخصیت کو بیان کرتی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَo [2] (اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر ایک جی کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو)

تخلیق انسانی

قرآن پاک کی رو سے انسانی تخلیق کو سات مختلف مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کی شخصیت میں مختلف تقاضے طبی رجحانات و میلانات موجود ہیں۔ جن سے انسانی شخصیت گزر کر تعمیری مراحل طے کرتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍo [3] (ہم نے بنایا آدمی خوب سے اندازے پر)" اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡم" سے مراد یہ ہے کہ اس کی جبلت و فطرت کو بھی دوسری مخلوق کے اعتبار سے احسن بنایا گیا ہے۔ اور اس کی جسمانی ہیت اور شکل و صورت کو بھی دنیا کے سب جانداروں سے بہتر اور حسین بنایا گیا ہے۔ [4] قرآن پاک میں تخلیق انسانی کا تذکرہ یوں فرمایا: الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰo وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰo [5] (جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا اور جس نے ٹھہرا دیا راہ بتلائی۔) ایک اور جگہ پر تخلیق انسانی کا تذکرہ یوں فرمایا: الَّذِیۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰٮكَ فَعَدَلَكَo فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَؕo [6] (جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا۔) مزید تخلیق انسانی کا تذکرہ یوں فرمایا: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍo ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍo ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَo [7] (ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ تک ہی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائی، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری مخلوق بنا کر کھڑا کیا، پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔)

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذات میں خاص امتیازات رکھے ہیں۔ ان آیات میں یہ جملہ قابل توجہ ہے۔ "ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ" یعنی انسان کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بوند سے لوتھڑا، لوتھڑے سے گوشت کی بوٹی اور بوٹی سے ہڈی یہ تبدیلی اور تخلیقی کیفیت تو جانوروں میں بھی پیدا کی ہے لیکن انسان میں جو امتیاز رکھا وہ شعور، عقل، آگاہی اور بے پناہ صلاحیتیں ہیں جن کے تحت انسان بلند و بالا مقام کو پاسکتا ہے۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے: خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ [8] (بنایا آسمانوں کو اور زمین کو تدبیر سے اور صورت کھینچی تمہاری پھر اچھی بنائی تمہاری صورت۔) اس آیت مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی یوں فرماتے ہیں: سب جانوروں سے انسانی خلقت اچھی ہے دیکھنے میں بھی خوبصورت اور ملکات و قوی میں بھی تمام عالم سے ممتاز بلکہ سب کا مجموعہ و خلاصہ اسی لیے صوفیا اسے "عالم صغیر" کہتے ہیں۔ [9]

تخلیق انسانی کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کیا اور اسے شعور بھی عطا فرمایا۔ انسان اپنی زندگی کی تخلیق اور کائنات کی حقیقتیں معلوم کرنے کے لیے سرگرداں رہا ہے۔ انسان یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کیا؟ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ کیا میرا وجود صرف گوشت، پوشت پر مشتمل ہے؟ یا میرے وجود میں کوئی اور چیز بھی ہے جس کو فنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو کیوں بنایا؟ پھر دوبارہ سے جی اٹھنے کا مقصد کیا ہوگا یہ چند سوالات ایسے ہیں کہ جن کے جوابات تلاش کرنے کے لیے ہر دور میں انسان نے کوشش کی ہے۔ جس نے غور و فکر اور حق کی تلاش کو اپنا مشن بنالیا وہ زندگی کی حقیقت کو جان گیا۔ کوئی بھی فلاسفر، سائنسدان، شاعر انسان کو اس بات کی تسلی نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس بات کی حقیقت بتا سکتا ہے کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ ان تمام سوالات کے جوابات اللہ رب العزت نے بذریعہ پیغمبر انسانوں کو بتائے ہیں۔ ارشاد ربانی ہیں: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِo[10] (اور میں نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔) حضرت علی نے اس آیت کا تفصیلی ترجمہ کیا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ ان کو اپنی عبادت کا حکم دوں یعنی اپنے احکام کا مکلف بناؤں۔[11] مجاہد نے لیعبدون کا ترجمہ کیا لیعرفون مجھے پہچانیں۔[12] زندگی کا مقصد اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنا ہے اپنی ذات کا ادراک کرنا ہے خود کو پہچاننا ہی انسان کی ذات میں نورانیت پیدا کرتا ہے اس کی وجہ سے ہر لمحہ ہر آن فرد کسی نہ کسی عمل کے کرنے پر اکسایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اس کی وضاحت اپنے شعر میں اس طرح کرتے ہیں:

زندگانی ہے صدَف، قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدَف کیا کہ جو قطرے کو گُہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تُو موت سے بھی مر نہ سکے[13]

ایک اور مقام پر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا[14]

عبودیت کا اصل معنی اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرنا ہے اور اپنا تذلل اختیار کرنا ہے۔ یعنی انسان ان تمام اقوال و افعال کو اختیار کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور وہ جن پر راضی ہو جائے۔ اور ان تمام باتوں کو اور کاموں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابن شیبہ نے اس آیت کی تفصیل میں حضرت ابوالجوزاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے: میں ان کو رزق دیتا ہوں اور میں ان کو کھانا کھلاتا ہوں اور میں نے ان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔[15] لیکن انسانی تخلیق کا مقصد عبادت کے ساتھ ساتھ انسان کی ابتلاء یعنی آزمائش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ[16] ترجمہ: "اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس نے زندگی اور موت کو بنایا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ کون تم میں سے بہتر عمل کرنے والا ہے" درحقیقت اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ لیکن ساتھ انسان کو نفس امارہ، خواہشات بھی عطا فرمائیں۔ دو راستے دکھا دیئے کہ ان میں سے ایک رحمان کا یعنی میرا راستہ ہے اور دوسرا شیطان کا راستہ ہے۔ اب میرے راستے پر چلتے رہنا اور شیطان اور نفس کو اپنا دشمن سمجھنا۔ اپنے نفس اور شیطان سے جہاد کر کے میری جانب بڑھتے رہنا۔ جب کہ فرشتوں کو خواہشات نہیں دی ان کی عبادات آزمائش کے بغیر ہیں۔

درست عقائد انسان کو شیطان کے مکر سے بچاتے ہیں انسانی شخصیت کے لیے عقائد ستون کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ اگر ستون ہی نہ رہے تو عمارت بھی گر جاتی ہے۔

انسانی شخصیت اور عقائد

کسی بھی شخصیت کی تعمیر کے لیے پہلا زینہ عقائد ہیں۔ اور دین اسلام کی بنیاد اور اس کا محور بھی عقیدہ توحید ہے۔ مسلمانوں کا یہ نظریہ ہر گز نہیں کہ حضور علیہ السلام نے ہی انسانیت کو ایک خدا کے تصور سے روشناس کرایا۔ بلکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تعلیم دینے کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے لیکن ایک محدود طبقہ ہی ان سے مستفید ہو سکا۔ انسان جوں جوں ترقی کی منازل طے کرتا گیا اس نے خود کو عقیدہ توحید کے قریب تر پایا۔ ابتدا میں انسان لاکھوں کروڑوں معبودوں کو سجدہ کرتا تھا لیکن اسلام نے خالص توحید کا درس دیا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معبود نہ جانے اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری رسول سمجھے۔ جیسا کہ حدیث جبریل کے الفاظ ہیں: الاسلام ان تشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ[17] (اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔) مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنی ذات کے اعتبار سے ہی منفرد نہیں ہے بلکہ اپنی صفات کے اعتبار سے بھی یکتا و یگانہ ہے۔ قرآن پاک میں توحید کو اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو یوں بیان کیا گیا: اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـــوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ[18]

اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے لہذا اصل حاکم اور لائق اطاعت وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین و قوانین کو دل و جان سے تسلیم کرنا ہر فرد کے لیے ضروری ہے۔ اسلام میں توحید ربانی کے ساتھ ساتھ انسانی توحید ایمانی پر بھی زور دیا گیا ہے۔ کہ انسان اپنی اصل کے لحاظ سے ایک جان سے پیدا کیا گیا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں اور ان کا خمیر مٹی سے اٹھایا گیا اور مٹی سے ہی خوراک مہیا کی گئی اور مر کر انسان کو مٹی ہی میں جانا ہے تمام انسانوں کی ابتدا و انتہا ایک جیسی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ[19] (اے لوگو اور ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے) اللہ کی وحدت کے بعد اسلام نے ایمان کی یہ شرط رکھی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو آخری نبی مانا جائے۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی ختم رسالت پر ایمان رکھنا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ قرآن پاک میں اس کی دلیل ان الفاظ میں ملتی ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[20] (محمد ﷺ باپ نہیں کسی کے تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہیں اللہ کے اور مہر ہیں سب نبیوں پر) درحقیقت اتباع رسول، اطاعت الٰہی ہی دین و دنیا میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[21]

جیسا کہ فرد کی شخصیت کی تعمیر کے لیے توحید و رسالت کے بعد باقی تمام عقائد مثلاً فرشتوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، قیامت کے دن پر ایمان، اچھی بری تقدیر پر ایمان، دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان لانا بھی انتہائی ضروری ہے۔ ان عقائد کا قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ[22] (نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی، لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔) اسی طرح حدیث جبریل میں ان عقائد کی صراحت یوں ملتی ہے: اخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ

[23](ایمان کے بارے میں بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اس کے رسولوں اور آخری دن پر ایمان رکھو اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔) اس حدیث مبارکہ میں ایمان کا لفظ بول کر عقائد مراد لیے گئے ہیں۔ اگر عقائد میں سے کسی بھی عقیدہ میں کمزوری ہو یا انکار پایا جائے تو انسان کی شخصیت کی تعمیر بری طرح سے متاثر ہو گی۔ جیسا ارشاد ربانی ہے:وَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیۡدًا۝[24]
(جو کوئی یقین نہ کرے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا۔) قرآنی تصور حیات کو چھوڑ دینے سے ایسا خلاء پیدا ہوتا ہے کہ زندگی عقل کی نگاہ میں لایعنیت بن جاتی ہے اور زندگی کو لایعنی ماننے کے بعد انسان کا اچھا انسان بننا ناممکن ہے۔[25]عقائد انسانی زندگی پر بہت شدت سے اثر انداز ہوتے ہیں ٹھیک عقائد سے انسانی شخصیت بآسانی اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔

عقائد کے انسانی شخصیت پر اثرات

عقائد کی تعلیم انسانی شخصیت کو وحدت کی لڑی میں پروتی ہے اور انسان کے اخلاق و کردار و افکار و اعمال پر ورِ رس اثرات کا موجب ہے۔ ان تعلیمات ہی کے ذریعے سے انسانی شخصیت کی تعمیر کے جوہر کو جلا ملتی ہے۔ ان تعلیمات سے قبل انسان نے ہر شجر حجر کو اپنا معبود بنا رکھا تھا اور ہر چمکدار اور عظیم چیز کو اپنا معبود سمجھ بیٹھا تھا۔ اسلام کی ان تعلیمات نے اسے یاد دلایا کہ وہ تو خود اشرف المخلوقات ہے۔ اور اس کا مالک حقیقی وحدہ لاشریک ہے۔ اور وہ تمام چیزیں جنہیں انسان لائقِ احترام خیال کرتا ہے اور انہیں اپنا آقا سمجھتا ہے وہ سب کی سب چیزیں اس کی خادم ہیں۔ ان تمام چیزوں کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اس کے آرام و آسائش کے لیے کی ہے حتی کہ سورج، چاند، ستارے۔ ارشاد ربانی ہے:وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ[26]اور تمہارے کام میں لگا دیا رات اور دن اور سورج اور چاند کو اور ستارے کام میں لگے ہیں۔ اس کے حکم سے اسلام کے انہی عقائد کے ذریعے انسان میں خودداری اور عزت نفس کا جذبہ جنم لیتا ہے۔ اور اسے ذلت و پستی کی گھاٹیوں سے نکال کر اوج ثریا کا مکین بناتا ہے۔ اور یہی وہ عقائد ہیں جو فرد کو اتنی جرأت دیتے ہیں کہ وہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کسی کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے اور نہ ہی کسی حال میں اللہ کے سوا کسی سے ڈرتا ہے۔ اور وہ اپنی امید کا سہارا صرف اللہ کی ذات کو سمجھتا ہے۔ مایوسیوں کے اندھیرے اس سے چھٹ جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کی تعلیم یوں ملتی ہے: لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ[27] (نہ تم ناامید ہو اللہ کی رحمت سے۔)

جب یہ عقائد دل میں راسخ ہوتے ہیں تو انسان ہر لمحہ اللہ کا قرب پاتا ہے۔ جس کی بدولت قوتِ قلبی اور تسکینِ روح حاصل ہوتی ہے۔ انسان جب چاہے اللہ سے رابطہ کر سکتا ہے اور اس رابطے کا مضبوط ترین ذریعہ دعا ہے۔ گویا کہ انسان اور رب کا تعلق ایسا ہو جاتا ہے جس کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ [28](اور جب پوچھیں تجھ سے میرے بندے مجھ کو سو میں قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا۔)اس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا نصیب ہوتا ہے اور انسان کو براہ راست گزارشات اور التجاؤں کا موقع میسر آتا ہے۔ کیونکہ یہ بندے اور رب کے درمیان ہونے والی گفتگو یک طرفہ نہیں ہوتی۔ جب انسان خلوص اور محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بندے پر اپنی رحمتوں کا نزول کرتے ہیں اور انسان قلبی طور پر تسکین محسوس کرتا ہے۔ جس سے انسان کو زندگی کے تمام معاملات میں صحیح رخ اختیار کرنے کے لیے عملی طور پر توفیق مل جاتی ہے۔ جس کی بدولت شخصیت کی تعمیر احسن انداز میں ہوتی رہتی ہے۔ اس کی وضاحت اس حدیث مبارکہ سے ملتی ہے:عن النبي ﷺ فيما يرويه عن ربه قال:إذا تَقَرَّبَ العبدُ إليَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إليه ذِراعًا، وإذا تَقَرَّبَ إليَّ ذِراعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ باعًا، وإذا أتاني يمشي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً [29](نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہوتا ہوں اور جب بندہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میرے پاس پیدل چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آ جاتا ہوں۔)اور انسان نوافل کے ذریعے سے، عبادات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس کی مثال ہم ایسے لے سکتے ہیں کہ جب کوئی طالب علم سکول یا کالج میں اپنے اسباق کو یاد کریں پھر گھر واپس آکر اکیڈمی رکھے تو اس کی محنت باقی بچوں کی نسبت زیادہ ہوگی اور اس کے امتحان میں نمبرز بھی زیادہ ہوں گے۔ اسی طرح جب انسان فرائض کے بعد نفلی عبادات کی کثرت کرتا ہے تو اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

تعمیر شخصیت اور عبادات کا مقصود

اسلام کا تصورِ عبادت دوسرے مذاہب سے بہت جدا ہے۔ اسلام میں عبادات کا تصور ایک فرد کی پوری زندگی کو محیط ہے انسانی شخصیت کو مختلف تعمیری مراحل سے گزر کر نفس مطمئنہ تک پہنچنے کے لیے عبادات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان عبادات کی بدولت فرد کو نفس امارہ پر قابو پانے کی قوت ملتی ہے۔ اور انسانی روح مختلف مراحل طے کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی کی طرف میلان پاتی ہے۔ جس سے فرد کی شخصیت میں موجود خداداد صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی صلاحیتیں تعمیر شخصیت کی حمایت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ درحقیقت عبادات کا اصل مقصد ہی نفس انسانی کو ارتقا کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ [30](نیکی کچھ یہ نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتے داروں کو یتیموں کو محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ سچے اور یہی ہیں پرہیز گار۔)عبادات کے ذریعے انسان رب کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ نہ

صرف روحانی و جسمانی پاکی نصیب ہوتی ہے بلکہ عبادات کے ذریعے سے مالی پاکی بھی نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارکان اسلام (نماز، روزہ، زکوۃ، حج) ذکر اللہ، تدبر، تفکر، ریاضت، مجاہدات یہ تمام عبادات ایسی ہیں جو انسان کا تعلق رب سے جوڑ دیتی ہیں اور انسان گناہوں سے اجتناب کرنے لگتا ہے۔ نماز جسمانی عبادت ہے جو ظاہری اور باطنی پاکی کا ذریعہ ہے، جو برائی بے حیائی سے روکتی ہے۔ زکوۃ مالی عبادت ہے جو مال کی محبت کے غلبے سے نجات دیتی ہے۔ روزہ خواہشات کو روکتا ہے۔ حج مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح ذکر اللہ سے خوف خدا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ [31] اسی طرح حدیث مبارکہ میں عبادات کو یوں بیان کیا گیا ہے: أُمِرْتُ أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله، ويُقيموا الصلاة، ويُؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءَهم وأموالَهم إلا بحق الإسلام وحسابُهم على الله تعالىٰ [32] (مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور جب وہ ایسا کریں تو مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کرلیں گے البتہ اسلام کا حق باقی ہے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے)

ان عبادات پر پختگی سے ایک کارساز معاشرتی ماحول پیدا ہوتا ہے۔ جسے عرفِ عام میں اللہ والوں کا ماحول یا اولیاء کی صحبت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے ماحول سے انسانی شخصیت کو دو طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، جو شخصیت کی تعمیر میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے اچھے اعمال کو کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی رغبت اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ادا کرنے کے لیے توفیق الٰہی کی صورت میں شخصیت کی تعمیر اس انداز میں کرتی ہے کہ ان عبادات کی تاثیر انسانی شخصیت کے کردار میں، اطوار میں، اعمال میں، افکار میں جھلکتی نظر آتی ہے اور اس سے شخصیت قرب الٰہی یا صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان اپنے آپ کو عبادات کا عادی بنالیتا ہے تو اسے گناہوں سے بچنے کا موقع مل جاتا ہے اور استعداد کا ملکہ حاصل ہوتا ہے اور برائیوں سے بچ جاتا ہے یہی تو شخصیت کی تعمیر ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اپنے دامن کو گناہوں سے بچاتا ہے اللہ کے ہاں ولایت کا درجہ پالیتا ہے۔ جس کی وجہ سے تعمیر شخصیت کا عمل مزید آسان ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں انسانی شخصیت کو عقائد کے ساتھ ساتھ عبادات کو بجالانے کا حکم بھی دیا ہے۔ جس کی وجہ سے شخصیت کو روحانی ترقی بھی نصیب ہوتی ہے اور یہی روحانی ترقی تعمیر شخصیت کی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ عبادات کا نظام فرد کی صلاحیتوں کو وحدت کی شکل میں یکجا کرتا ہے اور اس کی شخصیت کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں گناہوں سے اجتناب کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ انسانی ذات کا بکھر جانا ہی شخصیت کا فجور کہلاتا ہے جسے انگلش زبان میں (Disintegrate)[33] کا نام دیا جاتا ہے۔ فسق و فجور ہی کی وجہ سے نفس اپنی گرفت کھو دیتا ہے۔ نفس امارہ کو صحیح راستہ پر لانے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، لیکن جب وہ توبہ کرلیتا ہے تو لگنے والا سیاہ نقطہ ختم ہوجاتا ہے، اگر وہ توبہ نہیں کرتا اور بار بار گناہ کرتا چلا جاتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطے لگتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کا دل مکمل طور پر سیاہ ہوجاتا ہے یہ وہ درجہ ہے جب یہ حالت ہوتی ہے تو وہ نیکی اور برائی میں تمیز نہیں کرسکتا۔[34]

توبہ کا تعمیر شخصیت میں کردار

توبہ کا مطلب "رجوع الی اللہ" ہے یعنی اللہ کے سامنے اپنے تمام جرائم کا قرار کرنا۔ اسلامی تعلیمات میں توبہ کے عمل کو بہت زیادہ تقویت دی گئی ہے۔ اس کے ذریعے سے گناہوں کی وجہ سے انسانی شخصیت میں پیدا ہونے والے عیبوں کو ختم کرکے نئے

سرے سے انسانی شخصیت میں پائی جانے والی قوت کو جِلا عطا کی جاتی ہے۔ جو شخصیت کی تعمیر کے عمل کو مضبوط اور محکم بناتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع انسان کے لیے دنیا اور آخرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَ يُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ [35](اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اس کی طرف کہ فائدہ پہنچائے تم کو اچھا فائدہ ایک وقت مقرر تک اور دیوے فضل والے کو اپنا فضل) قرآن پاک میں جابجا اپنے رب سے معافی مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس لیے کہ جب کسی سے کوئی بھی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ کیونکہ گناہ کی وجہ سے انسانی شخصیت کی تعمیر کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ اور انسانی شخصیت کے لیے معراج کی منزل کو پانے کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہو جاتی ہیں۔ اس لیے گناہ سرزد ہونے کی صورت میں فوراً توبہ و استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس میں خواہشات کا تقاضہ رکھا تو ساتھ ہی اس کے لیے توبہ کا سمندر بھی بنا دیا۔ کہ جب انسان نفسانی خواہشات کی وجہ سے گناہ کر بیٹھے تو توبہ کے سمندر میں غوطہ زن ہو اور اپنے آپ کو گناہوں کی نجاست سے توبہ کے ذریعے پاک کرے۔ کیونکہ گناہوں کی نجاست انسانی شخصیت کو باطنی طور پر کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اور بہت زیادہ باطنی بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہے جس سے انسان کی شخصیت کی تعمیر تخریب کا شکار ہو جاتی ہے۔ لیکن توبہ و استغفار اختیار کر کے اللہ سے رابطہ استوار کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ توبہ و استغفار اللہ سے مضبوط تعلق کا ذریعہ ہے۔ اس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور انسانی شخصیت اعلیٰ درجات حاصل کر لیتی ہے۔ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق فقط اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہوتا ہے اس سے توبہ کی تین شرائط ہیں۔

1۔ وہ اس گناہ سے لاتعلق ہو جائے۔

2۔ وہ اس کے ارتکاب پر نادم ہو۔

3۔ وہ اس بات کا پختہ ارادہ کرے کہ دوبارہ کبھی اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

اور بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جس کا تعلق حقوق العباد سے ہوتا ہے ان سے توبہ کے لیے ضروری ہے کہ پہلے صاحبِ حق سے معافی مانگی جائے۔ اس سے معافی کے بغیر اور کوئی صورت نہیں ہے۔ یعنی جب گناہ کا تعلق انسان اور بندے کے درمیان ہو گا تو اس سے توبہ کی چار شرائط ہوں گی، تین پہلے والی اور ایک یہ کہ صاحب حق انسان کو معاف کر دے۔ استغفار کا تعلق زبان سے ہے جب کہ توبہ کا تعلق دل سے ہے انسان زبان کے ذریعے اللہ سے بخشش مانگتا ہے جبکہ کسی گناہ پر ندامت و شرمندگی اور پھر اللہ کی طرف رجوع اور آئندہ اس گناہ میں ملوث نہ ہونے کا عہد دل سے ہی ہوتا ہے۔ توبہ گناہوں کے اثرات کو ختم کر دیتی ہے۔ جبکہ استغفار انسان کی قولی و عملی صورت میں بطور معاون اصلاح کا کام کرتی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ توبہ دعا ہے اور استغفار بطور غذا ہے۔ توبہ بیماری کو دور کرتی ہے جب کہ استغفار بیماری سے بچاتی ہے۔طوبیٰ لِمن وجدَ في صَحيفتهِ استغفارًا كثيرًا [36] حضور علیہ السلام نے امت کی تربیت کے لیے فرمایا:وَاللهِ اِنِّى لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً [37](اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ 70 مرتبہ دعائے مغفرت کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) نفس لوامہ انسان کو گناہوں سے بچتے رہنے کے لیے اصرار کرتا رہتا ہے یہی گناہوں سے بچنا یعنی تقویٰ اختیار کرنا انسانی روح کو راحت و تازگی دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو، اللہ کی رحمت کو انسان کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے:وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاo [38](اور جو کوئی گناہ کرے یا اپنا برا کام کرے پھر اللہ سے بخشوا دے تو پائے گا اللہ کو بخشنے والا مہربان) اور مسلسل توبہ کا عمل انسان کو عام لوگوں کی صف سے نکال کر متقین کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔

خلاصۂ بحث

یہ مضمون "قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تعمیرِ شخصیت" کے موضوع پر تفصیلی بحث کرتا ہے، جس میں اسلام کی جامع تعلیمات کو انسانی شخصیت کی ترقی سے جوڑا گیا ہے۔ قرآن مجید انسان کو ہر پہلو میں رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اس کا بنیادی مقصد انسان کو روحانی، اخلاقی، اور عملی طور پر بہتر بنانا ہے۔ قرآن نے انسان کی تخلیق کو ایک خوبصورت اور منفرد عمل قرار دیا ہے، جس میں شعور، عقل اور بے پناہ صلاحیتوں کو شامل کیا گیا ہے۔ ان خصوصیات کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی اللہ کی رضا کے مطابق گزارے اور اپنے نفس کی تعمیر کرے۔ مضمون میں بتایا گیا ہے کہ زندگی کا اصل مقصد خود کو پہچاننا اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ علامہ اقبال کے اشعار اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ خودی اور خود شناسی انسانی شخصیت کی بنیاد ہیں۔ اسلامی عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج، نہ صرف انسان کو اللہ کے قریب کرتی ہیں بلکہ اسے گناہوں سے بچنے اور خود اعتمادی پیدا کرنے میں بھی مدد دیتی ہیں۔ یہ عبادات انسان کو روحانی اور جسمانی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ مالی نظم وضبط سکھاتی ہیں۔

اسلامی عقائد شخصیت کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ عقیدہ توحید، رسالت، آخرت، اور فرشتوں وکتابوں پر ایمان انسان کی روحانی اور اخلاقی بنیادوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ یہ عقائد فرد کو گناہوں سے بچنے، صبر وشکر کرنے، اور معاشرتی بھلائی میں اپنا کردار ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان اپنی روحانی ترقی کے ساتھ دنیاوی کامیابی بھی حاصل کرتا ہے۔ مضمون اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اسلامی تعلیمات انسان کو شخصیت کی تعمیر کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایک فرد اپنی زندگی کو نہ صرف خود کے لیے بلکہ معاشرے کے لیے بھی مفید بنا سکتا ہے۔ یہ تعلیمات انسان کو اللہ کے قریب کرتی ہیں، اس کی روحانی پاکیزگی کو بڑھاتی ہیں، اور اسے گناہوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اس طرح، اسلام کی تعلیمات پر عمل ایک کامیاب، مضبوط، اور مکمل شخصیت کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات

[1] المائدہ 03:04

[2] الحشر 18:59

[3] التین 4:95

[4] محمد شفیع، مفتی، مولانا، معروف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی 14، ج:8، ص:775

[5] الاعلیٰ 2-3:87

[6] الانفطار 06:82

[7] المومنون 12-14:23

[8] التغابن 3:640

[9] عثمانی، بشیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، دارالتصنیف لمیٹڈ، صدر، کراچی، 1975ء، ص:721

[10] الذاریات 56:51

[11] پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، علامہ، مترجم، الجلالی، عبد الدائم، سید، مولانا، تفسیر مظہری، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار کراچی، 1951ء، ج:11، ص 117

[12] پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، علامہ، مترجم، الجلالی، عبد الدائم، سید، مولانا، تفسیر مظہری، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار کراچی، 1951ء، ج:11، ص 117

[13] محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر ضرب کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور 1936ء، ص:25
[14] ایضاً، ص:31
[15] سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور، مارچ 2002ء، ج 11، ص 392
[16] الملک 2:67
[17] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب معرفۃ الایمان والاسلام والقدر وعلامۃ الساعۃ، ج:1، ص:69، رقم الحدیث:93
[18] البقرہ 255:2
[19] النساء 1:4
[20] الاحزاب 40:33
[21] الِ عمران 31:3
[22] البقرہ 177:2
[23] قشیری، الجامع الصحیح مسلم، کتاب الایمان باب معرفہ الایمان والاسلام والقدر وعلامہ الساعہ، ج:1، ص:69، رقم الحدیث:93
[24] النساء 136:4
[25] نائیک، ذاکر، ڈاکٹر، مترجم، اکرام مصباح، فاضلہ، دنیا کے بڑے مذاہب، عبد اللہ اکیڈمی، اردو بازار لاہور، مارچ 2021ء، ص:123
[26] النحل 12:16
[27] الزمر 53:39
[28] البقرہ 186:2
[29] البخاری، الصحیح الجامع، کتاب التوحید والرد علی الجھیمیۃ وغیر ھم، باب ذکر النبی ﷺ وروایتہ عن ربہ، ج:2، ص 283، رقم الحدیث:7536
[30] البقرہ 177:2
[31] البقرہ 43:2
[32] قشیری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب لامر یقتال الناس حتی یقولو: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ج:1، رقم الحدیث:129
[33] خان، محمد کلیم اللہ، ڈاکٹر، پاکستان میں سول سوسائٹی کا کردار، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ، جرنل، شمارہ نمبر 2، اشیوء 2، تاریخ 2022
[34] کاندھلوی، محمد یوسف، منتخب احادیث، مولانا محمد سعد، کتب خانہ فیضی لاہور، ص:425
[35] ھود 3:11
[36] بلند شہری، عاشق الٰہی، مولانا، روضہ الطلبین، زم زم پبلیشرز، شاہ زیب سنٹر، اردو بازار کراچی، 2004ء، ص:122
[37] البخاری، الصحیح الجامع، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم والیلۃ، ص:460، رقم الحدیث:6307
[38] النساء 110:4